محمد جعفر پھلواروی

طلاق

کتاب وسنت سے واضح ہے کہ طلاق کوئی پسندیدہ فعل نہیں اور اسے اسی وقت عمل میں لانا چاہیے جب ناگزیر ہو۔ قرآن میں ہے:

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔

اور بیویوں کے ساتھ عمدگی سے نبھاؤ اگر تمہیں ان سے نفرت ہو تو یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں کسی چیز سے نفرت ہو اور اللہ اس میں بڑی بھلائی پیدا کر دے۔

حدیث میں آیا ہے:

ان من ابغض الحلال الی اللہ الطلاق (ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ کتاب الطلاق۔ عن ابن عمر)

حلال چیزوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت طلاق ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق یھتز منہ العرش (کامل لابن عدی عن علی بحوالہ الجامع الصغیر صفحہ ۱۳۰)

نکاح کرو اور طلاق نہ دو۔ طلاق سے عرش الٰہی لرز جاتا ہے۔

طلاق میں شریعت نے کئی طرح کی رکاوٹیں رکھی ہیں جو بجائے خود یہ ثابت کرتی ہیں کہ طلاق کوئی پسندیدہ فعل نہیں۔ مثلاً:

۱۔ طلاق حیض کی حالت میں نہ دی جائے بلکہ ایسے طہر میں دی جائے جس میں وطی نہ ہوئی ہو[1]

۲۔ بعث حکمین ہو (دو مصالحت کنندہ مقرر کرنا)[2]

۳۔ اشہاد شاہدین ہو (دو گواہوں کی موجودگی)[3]

---

[1] عن عبد اللہ ابن عمر انہ طلق امرأتہ وھی حائض علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأل عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرہ فلیراجعھا۔ ثم لیمسکھا حتی تطھر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق قبل ان یمس ..... (جامع الترمذی صفحہ ۲۰۹۔ صحیح بخاری جلد ۲۔ صفحہ ۷۹۰۔ نسائی جلد ۲ صفحہ ۸۰۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ اس کے بارے میں حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا انہیں حکم دو کہ رجوع کر لیں پھر اسے طہر تک روک لیں پھر اگر چاہیں تو رکھ لیں اور چاہیں تو مس کرنے سے پہلے طلاق دے دیں۔

[2] وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا (۴-۳۵)

اگر تمہیں دونوں (زوجین) کے درمیان اختلاف کا خطرہ محسوس ہو تو ایک حکم شوہر کے خاندان سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان سے لو اور وہ دونوں مل کر مصالحت کی کوشش کریں۔

[3] واشھدوا ذوی عدل منکم ..... (۶۵-۱)

جب جدا کرنے لگو تو دو عادل مسلمانوں کو گواہ بنالو۔

۴ - طلاق احسن کا طریقہ عمل میں لایا جائے[۱]
۵ - اس (عدت) کے دوران زوجین ایک ہی گھر میں رہیں[۲]
۶ - اس اثنا میں شوہر بیوی کے اخراجات کا متحمل ہو[۳]
۷ - اگر حمل ہو تو شوہر زچگی، رضاعت اور حضانت کے اخراجات کا بار اٹھائے[۴]
۸ - مہر نہ ادا ہوا ہو تو اسے ادا کرے[۵]

[۱] یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ..... (۶۵ : ۱)۔

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کا لحاظ رکھ کر دو اور عدت کو شمار کرتے رہو۔

والمراد ان یطلقھن فی طھر لم یجامعھن فیہ ثم یخلین حتی تنقضی عدتھن و ھذا احسن الطلاق (عمدۃ القاری، طبع مصر۔ للعینی حنفی شرح صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۵۲۸)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ہم بستری نہ کی ہو پھر عدت ختم ہونے تک ان کو چھوڑ دیا جائے، یہی احسن طلاق ہے۔

[۲] اور [۳] واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ..... (۶۵ : ۶)

جہاں تم رہو وہیں ان مطلقات کو بھی رکھو اپنی استطاعت کے مطابق ......

[۴] - وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن (۶۵ : ۶)

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کے اخراجات اس وقت تک دیتے رہو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے پھر اگر وہ دودھ بھی پلائیں تو ان کو اس کی اجرت بھی دو۔

[۵] واتوا النساء صدقتھن نحلۃ (۴ : ۴)
اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔

۹- مہر کے علاوہ بھی جو کچھ دیا ہو اسے واپس نہ لے۔[1]

لہٰذا ہر مسلم معاشرے اور ہر اسلامی ملک کا فرض ہے کہ وقوع طلاق کے امکانات کو کم سے کم کرے اور جہاں طلاق ناگزیر ہو وہاں اس کے لیے بہتر سے بہتر طریقہ رائج کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اذا قتلتم فاحسنوا القتلة (مسلم۔ ذبائح۔ ابوداؤد۔ اضاحی۔ دیات۔ نسائی۔ ضحایا۔ ابن ماجہ)

قتل ہی کرنا ہے تو عمدگی سے قتل کرو۔

جب قتل تک میں بہتر طریقہ استعمال کرنے کا حکم ہے تو طلاق میں بھی یہی طریقہ رائج ہونا چاہیے اور وہ ہے "طلاق احسن"۔ احسن طلاق کا مطلب یہ ہے کہ طہر بے وطی میں صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے اگر عدت کے اندر رجوع کر لیا تو فبہا ورنہ عدت گزرنے کے بعد وہ بائنہ ہو جائے گی۔ وہ عورت اب جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور چاہے تو اسی خاوند سے تجدید نکاح کر سکتی ہے۔[2]

---

[1] وان اتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (۴: ۲۰)

اور اگر تم انھیں دولت کا ڈھیر بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

نیز فرمان خداوندی ہے:

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ...... (۲: ۲۲۹)

اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ ان عورتوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لو (بجز اس کے کہ خلع کی نوبت آئے)

[2] یہ شوہر اس کا زیادہ حقدار ہے اور عورت کو اس اقدام سے روکنا نہیں چاہیے ارشاد

وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا (باقی اگلے صفحہ پر)

جب ایک بار طلاق دینا کوئی پسندیدہ فعل نہیں تو ظاہر ہے کہ بار بار طلاق دینا اور رجوع کر لینا اور بھی مکروہ اور قابلِ نفرت ہے۔ اس میں نہ صرف عورت کا نقصان ہے بلکہ خود اپنے اوپر ظلم بھی ہے۔ اسی لیے اس کو قرآن نے قانونِ الٰہی کا مذاق اڑانا قرار دیا ہے:

ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا آیت اللہ ھزوا (۲: ۲۳۱)

انھیں ضرر پہنچانے کے لیے نہ روکو۔ جو ایسا کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ۔

مذکورہ بالا تمام ہدایات سے واضح ہے کہ طلاق دینے سے پہلے مستقبل کے عواقب و نتائج پر اچھی طرح سے غور کر لینا چاہیے[1]۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

اصلاحا (۲: ۲۲۸):

اور ان کے خاوندان کو لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر وہ اصلاح کے خواہشمند ہوں۔

نیز فرمایا:

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف (۲: ۲۳۲)

مطلقہ عورتوں کو عدت کے بعد اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں۔

[1] اسی لیے بار بار طلاق دینے والوں کے متعلق سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ:

ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لھم فیہ (باقی اگلے صفحہ پر)

لیکن اگر بہ تقاضائے بشری بے سوچے سمجھے عجلت میں طلاق دے دی گئی ہو تو غور و فکر کا ایک موقع اور دیا گیا ہے۔ انہی دونوں موقعوں کو قرآن نے "الطلاق مرتٰن" سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے بعد ہی فرمایا:

فامساک بمعروف او تسریح باحسان

(یعنی دونوں موقعوں کو کھو دینے کے بعد) یا تو معروف کے مطابق رجوع کر لو یا عمدگی سے چھوڑ دو تاکہ عدت گزر جائے اور مطلقہ بیوی بائنہ ہو جائے۔

یہاں بھی تیسری طلاق کے ذکر سے گریز کیا گیا ہے صرف تسریح (چھوڑ دینے) کا ہے تاکہ بائن ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کا موقع باقی رہے لیکن بدقسمتی سے اگر تیسری طلاق بھی دے دی گئی ہو تو زوجیت کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

فان طلقہا فلا جناح علیہما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللہ (ایضاً)

پھر اگر وہ (شوہر ثانی) بھی طلاق دے دے تو ان دونوں پر از سر نو زوجین بننے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ دونوں حدود اللہ کو قائم رکھ سکیں گے۔

جہاں تک تین طلاقوں کا تعلق ہے اس کی مندرجہ ذیل تین شکلیں ہیں:

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

اناۃ (یعنی جس معاملے میں فکر و تامل چاہیے تھا اسی میں لوگ عجلت سے کام لینے لگے)، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ تتابع الناس فی الطلاق فاجازھم علیھم (لوگ بے سوچے سمجھے طلاق دینے لگے اس لیے آپ نے اسے ان پر نافذ کر دیا)۔

۱- طلاق احسن یا طلاق سنی جس میں تین طہر بے وطی میں تین طلاقیں دی جاتی ہیں اور یہ طلاق مغلظہ یا طلاق بتہ ہو جاتی ہیں۔ رجوع کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

۲- ازدواجی زندگی کے مختلف اوقات میں دو بار طلاق دے کر رجوع کر لیا ہو اور اس کے بعد تیسری بار بھی طلاق دے دی ہو تو اس کے بعد رجوع کا اختیار ختم ہو جاتا ہے (کیونکہ شوہر صرف تین ہی طلاقوں کا اختیار رکھتا ہے)

۳- ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دی گئی ہوں اسے "بدعی" بھی کہتے ہیں۔

پہلی دونوں صورتوں میں پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع کر دیا جا سکتا ہے لیکن تیسری طلاق سے پہلے تک۔ اس کے بعد رجوع ممکن نہیں۔ طلاقِ حسن اس لیے طلاق حسن ہے کہ اس میں تیسری طلاق سے پہلے تک رجوع کا اور بعد عدت نکاح کا امکان رہتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ احسن طلاق سے قریب تر ہے کیونکہ اس میں احسن کی طرح غور و فکر کے لیے ایک خاص مدت مل جاتی ہے۔ پھر اگر اس مدت کے اندر بھی زوجین کی منافرت دور نہ ہو سکے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ زوجین زوجیت کی خوش آئند زندگی گزارنے کے اہل نہیں، اور ان کا جدا رہنا ہی بہتر ہے۔ اسی کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ (۴: ۱۳۰)

اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں گے تو اللہ اپنی کشائش سے دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔

یہی صورت نمبر دو میں بھی ہے۔

یہی تیسری شکل، یعنی بیک مجلس تین طلاق یکبارگی دے دینا۔ اگرچہ ایک کثیر طبقہ اسے مغلظہ ہی مانتا چلا آرہا ہے لیکن ہمارے نزدیک دلائل کی قوت ان ائمہ کے حق میں جاتی ہے جو اسے ایک ہی طلاق مانتے ہیں جو رجعی ہوتی ہے۔ ایسی فوری

طلاق میں نہ سوچنے کا موقع ملتا ہے نہ بحث حکمین (یعنی مصالحت کنندگان کے تقرر) کا بلکہ ان تمام دیواروں کو دفعتاً پھاند لیا جاتا ہے جن کا مقصد سوچ سمجھ کر یہ اقدام کرنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت ہی نہ آنے دینا چاہیے اور اگر طلاق ناگزیر ہو جائے تو "طلاق احسن" دینا چاہیے تاکہ دوران عدت رجوع اور بعد عدت تجدید نکاح کا موقع باقی رہے۔ طلاق حسن میں تیسری طلاق سے پہلے تک رجوع کا موقع تو رہتا ہے لیکن تیسری کے بعد وہ مغلظہ یا بتہ ہو جاتی ہے اور تجدید نکاح کا امکان ختم ہو جاتا ہے بجز اس کے کہ وہ عورت دوسرا خاوند کرلے اور وہ اتفاق سے اسے طلاق دیدے یا مر جائے۔

طلاق کی ان تمام اقسام کا یہ اثر ہوتا ہے کہ:

۱۔ ایک شکل میں تو زوجہ بے اختیار رہتی ہے اور وہ ہے طلاق رجعی ایک ہو یا دو (یعنی شوہر عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے)

۲۔ دوسری صورت میں شوہر بے بس ہو جاتا ہے اور وہ ہے بائنہ (زوجیت ختم ہو جاتی ہے پھر جب تک زوجہ نہ چاہے تجدید نکاح نہیں ہو سکتی)

۳۔ تیسری شکل میں میاں بیوی دونوں بے بس ہو جاتے ہیں اور وہ ہے مغلظہ یا بتہ (دونوں چاہیں جب بھی زوجین نہیں بن سکتے)

بیک مجلس تین طلاقیں

عوام طلاق کی ان اقسام سے عموماً ناواقف ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ طلاق کے معنی ہی ہیں تین طلاقیں۔ عوام قرآن و سنت کے اس ضابطۂ عمل سے بھی بے خبر ہوتے ہیں جو طلاق کے لیے بنایا گیا ہے۔ بس وہ یہ جانتے ہیں کہ

طلاق طلاق طلاق کہا اور رشتۂ زوجیت اسی آن ختم ہو گیا۔ اب صرف عورت کو گھر سے باہر کرنا رہ گیا ہے۔

عہد نبوی میں، عہد صدیقی میں اور دو تین سال تک عہد فاروقی میں بھی ایسی تین طلاقیں جو دفعتہً دی جاتیں ایک ہی (یعنی رجعی) سمجھی جاتی تھیں۔ سیدنا عمرؓ نے طلاق کی جلد بازی اور کثرت کو روکنے کے لیے اسے مغلظہ قرار دیا[1] لیکن بعد میں اس پر سخت ندامت کا اظہار بھی فرمایا[2]

اس کے علاوہ زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، عکرمہ طاؤس، محمد بن اسحاق، خلاس بن عمرو، حارث عکلی، داؤد بن علی اور ان کے اکثر متبعین اور بعض اصحاب مالک،

---

[1] عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عھد رسول اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین (وفی روایۃ اخری ثلاثا) .... من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم (مسلم جلد ۲ صفحات ۸۲-۱۸۳۔ ابو داؤد جلد ۲ ص ۳۰۰-۲۹۹)

(عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ آنحضورؐ اور ابو بکرؓ کے عہد میں اور دو سال (یا تین سال) تک عمرؓ کے عہد میں یکبارگی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے کہا کہ جس کام کو سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے اس میں لوگ جلد بازی سے کام لینے لگے لہذا ہم اسے کیوں نافذ نہ کر دیں (یعنی مغلظہ قرار دے دیں) غرض آپ نے اسے لوگوں پر نافذ کر دیا۔

[2] یزید بن ابی مالک راوی ہیں، قال عمر بن الخطاب ما ندمت علی شیئ ندامتی علی ثلث ان لا اکون حرمت الطلاق .... (اغاثۃ اللھفان لابن قیم صفحہ ۱۸۱) (مجھے تین باتوں پر جیسی ندامت ہوئی ویسی کسی بات پر نہیں ہوئی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے تین یکبارگی طلاق کو مغلظہ قرار دیا)۔

بعض اصحاب حنفیہ اور بعض اصحاب احمد (مثلاً ابن تیمیہ و ابن قیم) نیز عطا اور ابن دینار وغیرہ بھی اسے ایک ہی تسلیم کرتے ہیں۔ ابن عباس، علی ابن ابی طالب اور ابو مسعود سے دونوں طرح کی روائتیں ہیں۔ رجعی بھی اور مغلظہ بھی۔[1]

مولانا عبدالحی فرنگی محلی بھی ایک موقع پر دبی زبان سے اسے رجعی مانتے ہیں[2]

اندریں صورت اسے عہد نبوی کی طرح رجعی قرار دیتے ہیں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ سیدنا عمرؓ کا حکم محض ایک وقتی حکم تھا۔ جب سیدنا عمرؓ عہد نبوی کے فیصلے کو وقتی مصلحت سے تبدیل کرنے کے مجاز ہیں تو دوسرے دور کی ویسی ہی مصلحت سے سیدنا عمرؓ کا فیصلہ بھی بدلا جا سکتا ہے خصوصاً جب کہ یہ تبدیلی ان معنوں میں ہے کہ اسے عہد نبوی کے مطابق بنایا جا رہا ہے۔ جہاں خود فقہاء اسے طلاق بدعی کہتے ہیں تو اس بدعت سے باز رکھنا کوئی شرعی گناہ نہیں۔ حضورؐ نے ایسی طلاق کو کتاب اللہ کے ساتھ کھیل قرار دیا ہے اور اس پر سخت خفگی[3] کا اظہار فرمایا ہے۔

---

[1] امام ابن قیم لکھتے ہیں: افتی ابن عباس و علی .... و بعض اصحاب احمد بانھا واحدۃ (اعلام الموقعین جلد ۱ بحث طلاق صفحہ ۲۲ تا ۳۲ والتاج الجامع للاصول جلد ۲ ص ۳۴۶) (ابن عباس اور علی اور بعض اصحاب احمد سب کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسی طلاق ایک ہی ہوگی)

[2] ایسی طلاق اگر موجب ہو بہت سی دشواریوں کا تو کسی شافعی عالم سے فتویٰ لیکر رجوع کر لیا جائے (انتہی ملخصاً۔ فتاویٰ مولانا عبدالحی فرنگی محلی، مسئلہ نمبر ۲۷)

[3] عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأتہ ثلث تطلیقات جمیعاً فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم (نسائی کتاب الطلاق جلد ۲ صفحہ ۸۱) (حضورؐ کو ایک شخص کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ اس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو حضورؐ غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ "میری موجودگی میں بھی کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے؟")

لہذا اس کھیل کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔

اس لیے ہماری تجویز یہ ہے کہ بیک مجلس تین طلاقوں کا رواج ختم کر دیا جائے اور اسے ایک ہی طلاق یعنی رجعی قرار دیا جائے۔

سزا مقرر کرنا کوئی خلاف شریعت بات نہیں۔.......... قانون کو توڑنے پر سزا دینا قانون کا ہی تقاضا ہے۔ حلالہ کرانے اور کرنے والے کے لیے سیدنا عمرؓ نے جو سنگساری کی سزا رکھی تھی وہ کوئی منصوص سزا نہیں تھی مگر اس سے مقصود لعنت حلالہ سے روکنا تھا۔

جب آنحضورؐ نے اسے تلعب بکتاب اللہ قرار دیا ہے تو اس پر سزا کیوں نہ دی جائے۔ طلاق حسن کو ختم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگرچہ تیسری طلاق کے بعد یہ بھی مغلظہ ہو جاتی ہے لیکن اس میں مستقبل کے نشیب و فراز کو سوچنے کا موقع مل جاتا ہے اور طلاق کے شرعی ضابطے پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں تیسری طلاق سے پہلے رجوع کا موقع بھی باقی رہتا ہے اور اگر تیسری طلاق کے بغیر ہی عدت گزر جائے تو تجدید نکاح کا دروازہ بھی کھلا رہتا ہے۔

فوری طلاق مغلظہ اور حلالہ

یکبارگی تین طلاقیں وہی دے گا جس میں صبر کی کمی ہو، سوچنے سمجھنے کی بجائے فوری جذبے سے مغلوب ہو جاتا ہو، طلاق کے ضابطۂ عمل کے لمبے عرصے کو برداشت نہ کر سکتا ہو اور فوری چھٹکارا چاہتا ہو۔ اس بدعت کو اختیار کرنے کے بعد ننانوے فی صد زوجین کو پچھتانا پڑتا ہے اور وہ اپنے رشتۂ زوجیت کو از سر نو جوڑنے کے لیے ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں، اور ان کو اس کا ایک ہی راستہ ملتا ہے اور وہ ہے حلالہ کرالینا۔

قرآن نے جس حلالے کا ذکر کیا ہے وہ ہے حلالہ ہو جانا نہ کہ حلالہ کرالینا۔

ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کسی اور سے اس طرح شادی کرے کہ جس طرح پہلے خاوند سے کی تھی۔ اب اگر اتفاقاً وہ دوسرا خاوند طلاق دے دیتا ہے یا مرجاتا ہے تو بعد عدت یہ اپنے پہلے خاوند سے باہمی رضامندی کے بعد شادی کرسکتی ہے یہ ہے قرآن کا وہ قانون جسے " فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ " فرمایا ہے لیکن دفعتاً تین طلاقوں کو مغلظہ مان کر پچھتانے والوں نے اس قانون کو توڑنے کے لیے یہ چور دروازہ نکالا کہ کسی سے معاملہ طے کر لیا کہ تم شام کو شادی کر کے صبح طلاق دے دو تاکہ میرے لیے یہ مطلقہ بعد عدت حلال ہو جائے۔

قرآن کا منشا ہے حلالہ ہونا اور یہ چور دروازہ ہے حلالہ کرانا۔ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو قدرتی موت اور خودکشی کی موت میں ہے۔ ایک حلال ہے اور دوسرا حرام ہے۔ حلالہ کرانے میں جو عارضی شادی کرائی جاتی ہے اس میں ایک منکوحہ کی طرح ازدواجی زندگی گزارنے کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا بلکہ یہاں تو ایک شوہر بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس شوہر سے جلد چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔

بعض جگہوں میں کچھ لوگ پیشہ ور محلل بھی ہوتے ہیں انھیں کو آں حضورؐ نے "التیس المستعار" (کرائے کا سانڈ بکرا) فرمایا ہے،[۱] اور ان پر اور ان سے حلالہ کروانے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں

---

[۱] عن عقبة بن عامر، قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا اخبرکم بالتیس المستعار۔ قالوا بلی یا رسول الله اور قال هو المحلل۔ لعن الله المحلل و المحلل له (ابن ماجہ جلد ۱، صفحات ۲۲۳ اور ۲۲۲)

(حضورؐ نے فرمایا کہ: تمھیں بتا نہ دوں کہ کرائے کا سانڈ بکرا کون ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا، وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ خدا حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت کرے)

کو سنگساری کی دھمکی دی تھی۔[۱] سیدنا عمرؓ کو بعد میں اپنے اس حکم کی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔[۲]

بقول ابن قیم کے یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس فتوے کا کہ دفعتاً تین طلاقیں مغلظہ ہوتی ہیں۔[۳]

طلاق کا ضابطۂ عمل کیا ہو؟

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق دینا ضروری سمجھے تو پہلے بی ڈی کے چیئرمین کو اطلاع دے گا کہ میں اپنی زوجہ کو احکام سنت کے مطابق طہر بے وطی میں فلاں فلاں گواہوں کی موجودگی میں ایک طلاق دے چکا ہوں یا طلاق دینا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد چیئرمین زوجین کے کم از کم دو اہل خاندان یا ہمدردی رکھنے والوں کو مصالحت اور تحقیقات اسباب کے لیے زوجین کے مشورے سے مقرر کرے گا۔ اور زیادہ سے زیادہ دو ہفتے کی میعاد دے گا۔

اگر اس اثنا میں مصالحت ہو گئی تو شوہر دوران عدت رجوع کرے گا، ورنہ

۱؎ اخرج ابن ابی شیبۃ عن عمر قال: لا اوتی بمحلل و لا محلل لہ الا رجمتہما (تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

۲؎ یزید ابن ابی مالک راوی ہیں، قال عمر بن الخطاب ما ندمت علیٰ شیئی ندامتی علیٰ ثلث ان لا اکون حرمت الطلاق (اغاثۃ اللہفان۔ لابن قیم صفحہ ۱۸۱)
(مجھے تین باتوں پر جیسی ندامت ہوئی ہے ویسی کسی بات پر نہیں ہوئی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے تین یکبارگی طلاقوں کو مغلظہ قرار دیا)۔

۳؎ ان الافتاء بانہا مغلظہ یوجب التحلیل (اعلام الموقعین۔ ایضاً)
(ایسی طلاق کو مغلظہ قرار دینے ہی کا نتیجہ ہے حلالہ کرانا)

طلاق یا اطلاع طلاق کے دن سے عورت کی عدت شروع ہوگی جو تین قروء یا تین ماہ میں ختم ہو گی۔ اس کے بعد عورت نکاح سے آزاد ہو جائے گی۔ دوران عدت زوجین ایک ہی گھر میں سکونت پذیر رہیں گے اور زوجہ کے تمام اخراجات شوہر کے ذمے ہوں گے۔

اگر عدت ختم ہونے سے پہلے عورت حاملہ ثابت ہوئی تو عدت وضع حمل ہوگی۔ اور عدت کے تمام احکام نافذ رہیں گے۔ اگر ولادت ہو گئی تو رضاعت اور حضانت کے تمام اخراجات بھی شوہر ہی کے ذمے ہوں گے۔ اگر کسی شخص نے یہ اقرار کیا کہ اس نے تین طلاقیں یک بارگی دی ہیں یا بغیر گواہوں کے طلاق دی ہیں (خواہ وہ ایک ہی طلاق ہو) تو وہ جرمانے یا قید یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔